30

دعائیں کرو کہ مسلمانوں کے لیے برکت اور بھلائی کی صورت پیدا ہو

(فرمودہ 22 /اکتوبر 1954ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''خطبہ کی غرض تو مذہب یا مذہب کے ساتھ تعلق رکھنے والے امور کے متعلق امام کا اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی مذہب والوں کے متعلق بھی بات کرنی پڑتی ہے۔ گو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مساجد کو اُن امور کے لیے استعمال کرنا کہ جن سے مذہب کی اپنی حیثیت ہی ختم ہو جاتی ہو پسندیدہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ انہی باتوں کو دیکھ کر مصر کی حکومت نے حال ہی میں ایک قسم کا قانون بنا دیا ہے کہ مساجد میں وہی خطبے پڑھے جائیں جنہیں گورنمنٹ نے پہلے سے منظور کر لیا ہو۔ ہمیں اس ملک کے حالات معلوم نہیں اس لیے ہم نہیں کہہ سکتے کہ حکومت نے یہ اقدام کس حد تک مجبور ہو کر کیا ہے لیکن بہرحال جب مساجد کا استعمال غلط طور پر کیا جائے تو حکومت اس حد تک ضرور دخل دے سکتی ہے کہ اس سے مذہب میں دخل اندازی نہ ہو یا مذہبی نظام میں دخل اندازی نہ ہو۔ یعنی حکومت اِس حد تک دخل نہ دے

کہ ملک کے مختلف فرقوں میں تنافر اور تباغض پیدا ہو جائے اور ایسی باتیں شروع ہو جائیں جنہیں ملک کے مختلف فرقے پسند نہ کرتے ہوں یا اس حد تک علیحدگی اختیار کر لی جائے کہ ملک کے مختلف فرقے اپنی مخصوص تعلیمات، جماعت کے افراد کے سامنے نہ رکھ سکیں۔ کیونکہ اپنی مخصوص تعلیمات کو جماعت کے سامنے پیش کرنے کا بہترین موقع جمعہ کا خطبہ ہی ہوتا ہے لیکن دنیوی امور کا بھی ایک حصہ مذہب کے ساتھ اس طرح وابستہ ہے کہ اسے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان پر اب ایک ایسا وقت آ گیا ہے کہ اس کی موجودہ حالت کو مذہب سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ ایسا نکلتا ہے کہ مذہب اور عقیدہ دونوں ہی اس کی زد میں آ جائیں۔ میں اس بات کو درست نہیں سمجھتا کہ مذہبی لوگ سیاسی امور کے متعلق کچھ نہ کہیں۔ سیاسی امور میں حصہ لینا تمام شہریوں کا حق ہے لیکن ان کے لیے مساجد کو ذریعہ بنانا درست نہیں۔ مساجد کے باہر وہ بیشک سیاسی جلسے کریں، تقریریں کریں، اشتہارات شائع کریں یہ اُن کا جائز حق ہے جو اُن سے چھینا نہیں جا سکتا لیکن عبادات کو اس کا ذریعہ بنانا درست نہیں۔ مثلاً سیاسی اختلافات کی بناء پر خطبات کو کسی خاص مجلس کے پروپیگنڈا کا ذریعہ بنا لینا ناجائز ہے۔ لیکن ان کا دینی پہلو جائز ہے جیسے اس قسم کے خطرات کے موقع پر لوگوں کو دعا کی طرف توجہ دلانا ہے کیونکہ اِس کا کسی خاص فرقہ یا جماعت سے تعلق نہیں ہوتا۔

میں دیکھتا ہوں کہ پچھلے چند ایام میں ملک میں بعض ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں جو خود پاکستان کی ہستی کو ہی خطرہ میں ڈال رہے ہیں اور یہ حالات اس حد تک بڑھتے جا رہے ہیں کہ افراد کا دماغی توازن قائم نہیں رہا۔ ہر فریق، ہر جتھا اور ہر صوبہ ایسی باتیں اختیار کرنا چاہتا ہے جس سے پاکستان باقی نہیں رہ سکتا۔ اور اس کا اثر لازمی مسلمانوں پر پڑے گا۔

میں مسئلہ کشمیر سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ 1948ء میں جب میں پشاور گیا تو اِس سلسلہ میں ڈاکٹر خان صاحب اور عبدالغفار خان صاحب سے بھی ملنے گیا۔ جہاں تک ظاہری اخلاق کا سوال ہے انہوں نے بڑا اچھا نمونہ دکھایا مثلاً دونوں بھائیوں میں اُن دنوں کسی وجہ سے شکررنجی تھی اس لیے وہ آپس میں ملتے نہیں تھے۔ ہماری ملاقات کے متعلق یہ تجویز ہوئی کہ وہ

ڈاکٹر خان صاحب کے گھر پر ہو۔ درد صاحب میرے ساتھ تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ وہ خان عبدالغفار خاں صاحب سے معذرت کریں اور کہیں کہ میں ڈاکٹر خان صاحب کے ہاں جاؤں گا۔ شاید آپ اُن کے مکان پر نہ آ سکیں۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان کی خاطر مَیں وہیں آ جاؤں گا۔ چنانچہ وہ وہیں آ گئے اور ایک گھنٹے تک ہماری آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے خان عبدالغفار خان صاحب سے سوال کیا کہ اگر پاکستان میں کوئی گڑبڑ ہوئی اور اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہندوستان کی فوجیں پاکستان میں آ گئیں تو کیا یہاں کے مسلمانوں کی حالت ویسی ہی نہیں ہو جائے گی جیسی مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی ہوئی تھی؟ اِس پر انہوں نے بیساختہ جواب دیا کہ اگر ایسا ہوا تو پاکستان کے مسلمانوں کی حالت مشرقی پنجاب کے مسلمانوں جیسی نہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر ہو گی۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے اِس کا وجود ضروری تھا یا نہیں لیکن اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان بننے کے بعد اگر کچھ ہوا تو اِس کا اثر لازماً مسلمانوں پر پڑے گا۔ اگر پاکستان خطرے میں پڑ جائے تو یہ یقینی بات ہے کہ پاکستان میں اسلام محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ہندوؤں میں پہلے بھی بڑا تعصب تھا اور ہم نے اس اختلاف کی وجہ سے یہ برداشت نہ کیا کہ اُن کے ساتھ مل کر رہیں اور ہم سب نے مل کر کوشش کی کہ ہمیں ایک علیحدہ ملک ملے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہماری خواہش کو پورا کر دیا اور ہمیں پاکستان کی شکل میں ایک علیحدہ ملک عطا کیا۔ مسلمانوں کی اس جدوجہد کو دیکھ کر ہندوؤں کے دلوں میں خیال پیدا ہو گیا کہ مسلمانوں نے ہمیں سارے ہندوستان پر حکومت کرنے سے محروم کر دیا ہے اور انہوں نے سارے ملک میں مسلمانوں کی سیاست اور خود مسلمانوں کے خلاف شدید پروپیگنڈا کیا۔ پہلے اُن کی ذہنیت اِتنی زیادہ مسموم نہیں تھی اور اُن میں سے بعض کے دل میں مسلمانوں کے لیے رواداری کا جذبہ ایک حد تک پایا جاتا تھا لیکن مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کی وجہ سے اُن کی ذہنیت اب بالکل بدل گئی ہے اور مسلمان انہیں سانپ اور بچھو کی طرح نظر آنے لگ گئے۔ اگر خدانخواستہ پاکستان میں گڑبڑ واقع ہوئی اور اِس کے نتیجہ میں ہندوستان کی فوجیں ملک میں داخل ہوئیں تو وہ اس ذہنیت سے نہیں آئیں گی جو اُن کی تقسیم ملک سے پہلے تھی۔ اس وقت تعصب اتنا زیادہ نہیں تھا

جتنا اَب ہے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ پاکستان حاصل کر کے مسلمانوں نے اپنا ایک جائز حق لیا ہے کوئی جُرم نہیں کیا۔ لیکن سوال یہ نہیں کہ ہم کیا سمجھتے ہیں؟ بلکہ سوال یہ ہے کہ جس سے ہمارا معاملہ ہے وہ کیا سمجھتا ہے؟ اگر کسی کے بچے پر سانپ نے حملہ کیا ہو اور ایک دوسرے شخص نے سانپ مارنے کے لیے اینٹ اُٹھائی ہوئی ہو اور فرض کرو بچے کا باپ اُسے دیکھ رہا ہو اور وہ اُس طرف نہ ہو جس طرف سانپ ہے تو وہ یہی سمجھے گا کہ وہ اس کے بیٹے کو مار رہا ہے۔ اِس صورت میں ممکن ہے کہ اگر اُس کے پاس بندوق بھری ہوئی ہو تو وہ اس شخص پر فائر کر دے۔ اب چاہے وہ شخص مرے یا اُس کا اپنا بچہ مر جائے بہرحال باپ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ ایک شخص اُس کے بچے کو مار رہا ہے۔ ہماری بھی یہی حالت ہے۔ ہم نے خواہ پاکستان کے ذریعہ اپنا ایک جائز حق حاصل کیا ہو اِس وقت ہندوؤں کے ذہن کو اس طرح بگاڑ دیا گیا ہے اور پاکستان کے خلاف اُن کو اِس قدر مشتعل کر دیا گیا ہے کہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا حق نہیں لیا اُن کا حق لیا ہے۔ پس اگر وہ ہمارے ملک میں داخل ہوئے تو ان کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ وہ تقسیم سے پہلی ذہنیت اپنے ساتھ لے کر آئیں گے بالکل غلط ہے۔ پھر یہ نہ خیال کرو کہ اُن کے آنے کا امکان نہیں۔ قانونِ قدرت یہی ہے کہ جہاں کہیں خلا پیدا ہو جاتا ہے ہوا اُسے فوراً پُر کر دیتی ہے۔ مثلاً آندھیاں آتی ہیں تو وہ اسی قانون کے ماتحت آتی ہیں۔ جب گرمی پڑتی ہے تو ہمارے اردگرد کی ہوا لطیف ہو کر اوپر چلی جاتی ہے اور نیچے ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس خلا کو پُر کرنے کے لیے دور کی ہوا تیزی سے آ جاتی ہے اور اس کو آندھی کہتے ہیں۔ یا مثلاً پانی ہے۔ دریاؤں کا پانی سارے کا سارا سمندر میں جا رہا ہے۔ اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُدھر خلا ہے جسے پُر کرنے کے لیے پانی اُس طرف جا رہا ہے۔ اِسی طرح اگر ہمارے ملک میں کوئی گڑبڑ ہوئی اور یہاں خلا پیدا ہو گیا تو لازماً قانونِ قدرت کے مطابق اِس خلا کو پُر کرنے کے لیے کسی نہ کسی ہمسایہ ملک کی فوجیں اِس ملک میں داخل ہو جائیں گی۔ اب تم اس ہمسایہ ملک کو افغانستان سمجھ لو، ہندوستان سمجھ لو یا کوئی اور یورپین ملک سمجھ لو، بہرحال اِس خلا کو بھرنے کے لیے کوئی نہ کوئی حکومت آئے گی۔ اگر اس خلا کو بھرنے والی حکومت ہندوستان ہوئی تو لازماً وہ اس بُغض کو ساتھ لائے گی جو اس وقت پاکستان اور

مسلمانوں کے خلاف اس میں پیدا ہو چکا ہے۔ چاہے وہ عام حکومتوں کی طرح یہی اعلان کرتی آئے کہ ہم تمام لوگوں سے انصاف کریں گے بلکہ اگر کسی گڑبڑ کے نتیجہ میں خدانخواستہ ایسا واقعہ ہو گیا کہ ہندوستان کی فوجیں ہمارے ملک میں داخل ہو جائیں تو اُن کی طرف سے یہی اعلان ہو گا کہ ہم تمام جماعتوں سے انصاف کریں گے، ہم تمام اقلیتوں کے حقوق انہیں دیں گے، ہم مظلوم کی امداد کریں گے لیکن یہ اعلان اُسی وقت تک ہو گا جب تک اُس کا قبضہ تمام ملک پر نہیں ہو جاتا۔ اِس کے بعد اُن کا بُغض اور کینہ اپنا اثر دکھائے گا اور وہ مسلمانوں کو مسلنا شروع کر دیں گے۔

اِن حالات میں مَیں تمام جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ دعاؤں سے کام لے۔ آئندہ آٹھ دس دن ہمارے ملک کے لیے نہایت نازک ہیں۔ دوستوں کو چاہیے کہ وہ اِن ایام میں خاص طور پر دعائیں کریں کہ جو لوگ برسرِ اقتدار ہیں وہ کوئی ایسا طریق اختیار نہ کریں جو اسلام کی ترقی، اس کی قوت اور اس کے استحکام میں روک پیدا کرنے والا ہو۔ ہمارے خدا میں سب طاقتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر ان لوگوں کی اصلاح ہوسکتی ہے تو وہ ان کی اصلاح کر سکتا ہے اور اگر ان کی اصلاح نہیں ہوسکتی تو وہ ان کے شر سے ملک کو بچا سکتا ہے۔ اور وہ اس جتھا کو بھی توڑ سکتا ہے جو ملک کو تباہ کرنے والا ہو۔ پس خداتعالیٰ کے سامنے جُھکا جائے اور اُسی سے دعائیں کی جائیں کہ الٰہی! یہ کام ہماری طاقت سے باہر ہے۔ ہم خود بہت تھوڑے ہیں اور ہماری تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔ ہم ان امور میں دخل نہیں دے سکتے اور نہ ملک کی حفاظت کے لیے کوئی ذریعہ اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن اکثریت تیرے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ قابلِ اصلاح ہے تو تُو اس کی اصلاح کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ قابلِ اصلاح نہیں تو تُو ان کے درمیان جھگڑے اور تفرقے بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اے خدا! اگر وہ قابلِ اصلاح نہیں تو تُو ان میں تفرقہ ڈال دے تا کہ ملک تباہ ہونے سے بچ جائے اور تا مسلمان آئندہ پیدا ہونے والے خطرات سے محفوظ رہیں۔ اگر تم سچے دل سے دعائیں کرو تو خداتعالیٰ مسلمانوں کی حفاظت کا سامان پیدا کر دے گا۔ لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھتے لیکن تم وہ ہو جنہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، کانوں سے سنا اور اپنے ہاتھوں سے چُھوا۔ غرض تم نے خداتعالیٰ کی طاقتوں کی

ہر رنگ میں تحقیقات کر لی ہے۔ اگر تم دعاؤں میں لگ جاؤ تو یقیناً یہ بات خداتعالیٰ کی طاقت سے باہر نہیں۔ وہ ملک کی حفاظت کا کوئی نہ کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔

حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ کے خلاف بعض حاسدوں نے بادشاہ کے کان بھرے کہ آپ بادشاہ کے خلاف منصوبہ کر رہے ہیں اور اس کی حکومت کا تختہ اُلٹنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ بیوقوفی سے اُن کی بات میں آ گیا اور اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ آپ کو سزا دے اور وہ اُس وقت ایک مہم پر جا رہا تھا۔ اُس نے کہا کہ میں اس مُہم سے واپس آ کر آپ کو گرفتار کروں گا۔ آپ کے مریدوں نے جن میں بڑے بڑے درباری اور رؤساء بھی شامل تھے جب یہ بات سنی تو انہوں نے آپ سے کہنا شروع کیا کہ آپ کوشش کریں اور بادشاہ کو یقین دلائیں کہ آپ اُس کے وفادار خادم ہیں۔ شاید اُس کا خیال بدل جائے۔ لیکن حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ جب بادشاہ مُہم سے فارغ ہو کر واپس لوٹا تو مریدوں نے پھر کہا کہ اب تو بادشاہ کی واپسی میں بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں ہمیں کوئی ایسی تجویز کرنی چاہیے کہ بادشاہ اپنا فیصلہ بدل لے۔ حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ نے فرمایا

ہنوز دلّی دور است

یعنی ابھی دلّی بہت دور ہے۔ بادشاہ منزل بمنزل دہلی کے قریب آتا گیا اور مرید اس کے پاس آتے اور کہتے آپ ہمیں کوئی مشورہ نہیں دیتے کہ آخر ہم کیا کریں۔ بادشاہ دلّی کی طرف بڑھتا آ رہا ہے اور وہ واپس آتے ہی اپنے فیصلہ پر عمل کرے گا۔ اِس پر حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ نے پھر یہی جواب دیا کہ ''ہنوز دلّی دور است'' ابھی دلّی بہت دور ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ شہر کے دروازہ پر پہنچ گیا اور اسلامی طریق کے مطابق شہر سے باہر ایک محل میں ٹھہرا۔ دوسرے دن صبح اُس نے شہر میں داخل ہونا تھا۔ حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ کے مرید آپ کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ بادشاہ اب شہر کے دروازہ پر پہنچ گیا ہے اور صبح شہر میں داخل ہو گا اب تو کوئی تجویز کرنی چاہیے۔ مگر آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ

ہنوز دلّی دور است

اُس رات بادشاہ کی مُہم سے واپسی کی خوشی میں ولی عہد اور شہر کے رؤساء نے ایک جشن کیا اور شہر سے باہر جو محل تھا اور جہاں بادشاہ مقیم تھا وہاں ایک محفلِ رقص و سرود منعقد کی۔ یہ محفل، محل کی چھت پر منعقد کی گئی۔ اتفاقاً چھت کمزور تھی اور خوشی میں ہجوم بہت زیادہ جمع ہو گیا تھا۔ اچانک چھت گر پڑی اور بادشاہ اُس چھت کے نیچے دب کر مر گیا۔ صبح بجائے اِس کے کہ بادشاہ شہر میں داخل ہوتا اور حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ کو سزا دیتا وہ خود اِس جہان سے رُخصت ہو گیا۔ حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ نے مریدوں کو بلایا اور کہا میں نہیں کہتا تھا کہ ابھی دلّی دور ہے تم خوانخواہ گھبرا رہے تھے۔1

پس ہمارا خدا ایسی طاقت رکھتا ہے کہ وہ تمام برسرِ اقتدار لوگوں کو جو سمجھتے ہیں کہ ہم جو چاہیں کر لیں راہِ راست پر لے آئے۔ اُن کی جانیں، اُن کی طاقت اور اُن کے جتھے سب اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ پس تم دعائیں کرو کہ وہ خدا جس نے پاکستان بنایا ہے ایسے طاقتور لوگوں کو جو دانستہ یا نادانستہ اِس ملک سے غداری کر رہے ہیں یا اِس کی ترقی کی راہوں کو مسدود کر رہے ہیں راہِ راست پر لائے۔ اور اگر وہ راہِ راست پر نہ آئیں تو ان کو آپس میں لڑوا دے اور پاکستان کو کمزور ہونے سے بچا لے تا کہ مسلمان ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رہیں۔

پس آئندہ چند دنوں میں چونکہ ایک اہم سوال ملک اور قوم کے سامنے آ رہا ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے برکت یا عذاب کا فیصلہ ہونے والا ہے اس لیے تم دعائیں کرو کہ اس فیصلہ میں مسلمانوں کے لیے برکت اور بھلائی کی صورت پیدا ہو"۔

(الفضل 26/اکتوبر 1954ء)

1: فرہنگ آصفیہ مرتبہ سید احمد دہلوی جلد سوم، چہارم صفحہ 738 لاہور 1901ء